وعظ و نصیحت کو توجہ سے سننا چاہئے

(فرمودہ ۵- ستمبر ۱۹۱۹ء)

۵- ستمبر ۱۹۱۹ء کو جمعہ کے دن بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے قاضی فضل کریم صاحب بھیروی کی لڑکی امتہ العزیز کا نکاح پڑھا۔

خطبہ نکاح سے پہلے حضور نے فرمایا :-

اس وقت کھڑا تو میں ایک خطبہ نکاح پڑھنے کی غرض سے ہوا ہوں مگر اس سے پہلے میں ایک اور بات کہنی چاہتا ہوں جو آج ہی میرے دل میں ڈالی گئی ہے۔ میں نے بہت دفعہ بیان کیا ہے کہ کسی وعظ یا نصیحت کے سننے سے اس وقت تک کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا جب تک فائدہ اٹھانے کی غرض اور نیت سے اسے نہ سنا جائے۔ بہت لوگ سنتے ہیں مگر آخر ان کی وہی حالت ہوتی ہے کہ گویا کچھ سنا ہی نہیں۔ شاید وہ اس بات کو معمولی سمجھتے ہوں لیکن قرآن کریم اس کو نہایت خطرناک بیماری قرار دیتا ہے اور کفار اور منافقین کی صفت بیان کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے جب وہ رسول کی مجلس سے باہر نکلتے ہیں تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں مَاذَا قَالَ ـلہ کیا کہتے تھے حالانکہ خود وہاں بیٹھے ہوتے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ باوجود بیٹھنے کے ان کے خیالات اور طرف لگے ہوتے تھے اور جو کچھ مجلس میں بیان ہوتا اس کی طرف توجہ نہ کرتے تو یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جس کی وجہ سے ایسے آدمی کسی صداقت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ جو لوگ توجہ اور غور سے اور فائدہ اٹھانے کی غرض سے سنتے ہیں وہ چھوٹی سے چھوٹی بات سے بھی فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے وہ سب انبیاء بلکہ ملائکہ سے بھی کچھ

فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نصیحت حاصل کرنے والا انسان تو ایک بچہ کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر سکتا ہے لیکن نہ کرنے والا سید وُلد آدم کی باتیں بھی سنتا رہا لیکن کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا تو توجہ سے سننے سے فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ خواہ کوئی ساری عمر ایک ہی بات سنتا رہے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ دیکھو حضرت مسیح موعودؑ نے جو دعویٰ کیا اس وقت اپنی صداقت کے ثابت کرنے کے لئے جو دلائل دیئے بعد میں ان کے علاوہ کوئی نئے دلائل نہیں پیدا کر لئے تھے۔ آپ نے اپنے دعویٰ کے دلائل کی بنیاد ازالہ اوہام میں رکھی ہے مگر بہت لوگ ہیں جو اس کو پڑھ کر احمدی ہوئے۔ اس کے بعد زیادہ پھر زیادہ احمدی ہوتے گئے اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلے لوگوں نے جو کچھ سنا اس پر غور نہ کیا لیکن بعد میں کسی نیکی کی وجہ سے توجہ کے ساتھ سنا اس لئے سمجھ آگئی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے صداقت کو قبول کرنے سے خدا نے گناہوں کی وجہ سے محروم رکھا ہو لیکن بہرحال کوئی وجہ ہو اس میں شک نہیں کہ جو لوگ بعد میں احمدی ہوئے اور ہو رہے ہیں وہ اس لئے نہیں کہ انہیں حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی کوئی نئی دلیل معلوم ہوئی ہے۔ دلیلیں تو وہی ہیں جو پہلے دی جاتی تھیں لیکن پہلے چونکہ ان پر توجہ نہیں کی جاتی تھی اس لئے فائدہ نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک دن آگیا جبکہ غور و فکر سے کام لیا گیا تو انہیں دلائل سے تسلی ہو گئی۔ پس جب تک کسی بات کو توجہ سے نہ سنا جائے اس وقت تک اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا اور جب تک عمل نہ کیا جائے اس وقت تک اس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

میں نے آج آپ لوگوں کو یہ نصیحت کی تھی کہ آج کا دن دعاؤں کی قبولیت کے لئے خاص فضیلت رکھتا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ گو میرا اپنا ذوق ہو یا رسول کریم ﷺ کی سنت ہو یا صلحائے امت جو گزرے ہیں ان کا طریقہ ہو اس کو ہم نہیں چھیڑتے مگر بہرحال کہنے والا جو تھا اس کے نزدیک تو یہ ایک ضروری اور قابل عمل بات تھی جن کو سنائی گئی تھی وہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں یہ ان کے اپنے اختیار یا اعتقاد کی بات تھی یا کچھ ایسے لوگ ہوں جو عادت نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ دیر تک بیٹھ کر دعا نہیں کر سکتے یا بیماری یا کسی اور وجہ سے نہیں بیٹھ سکتے لیکن انہیں یہ تو سمجھنا چاہئے کہ کہنے والا تو ضرور اس پر عمل کرے گا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا مگر افسوس ہے کہ عصر سے کچھ دیر پہلے مجھے ایک رقعہ ملا جس میں ایک بات کے متعلق جس سے نہ کوئی دینی فائدہ متصور ہو سکتا ہے نہ دنیوی۔ کہا گیا ہے کہ اگر آپ عصر کے وقت تقریر کریں تو بہت احسان ہوگا۔ گویا رقعہ لکھنے والے کے نزدیک میں دوسروں کو تو

اس وقت دعائیں کرنے کی نصیحت کرتا ہوں مگر خود ایسی باتوں پر تقریر کرنا شروع کردوں جس سے نہ کوئی دین کا فائدہ نہ دنیا کا۔ دراصل رقعہ لکھنے والے نے میری اس نصیحت کو سنا نہیں جو میں نے آج ہی خطبہ جمعہ میں کی ہے یا اگر سنا ہے تو وہ مطلب نہیں سمجھا جو میں سمجھانا چاہتا تھا۔ ایسا شخص اگر خود اس نصیحت کو قابل قبول نہیں سمجھتا تو نہ قبول کرے لیکن اتنا خیال کرے کہ کہنے والا جب دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی نصیحت کرتا اور اس کی فضیلت سے آگاہ کرتا ہے تو وہ خود کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھائے گا۔ اگر اسے یہ خیال ہوتا تو اس قسم کا رقعہ نہ لکھتا۔ پس میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر کسی بات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اسے غور اور توجہ سے سنو تاکہ اس پر عمل کرسکو۔

خطبہ جمعہ میں مجھے یہ کہنا یاد نہیں رہا کہ آج کی رات بھی بہت مفید اور بابرکت ہے۔ ایک محاورہ ہے کہ رسول کریم ﷺ اس رات کو زندہ کیا کرتے تھے یعنی جاگا کرتے تھے۔ حج کے موقع پر مزدلفہ میں تو لوگ ساری رات جاگتے ہی ہیں مگر یوں بھی رسول کریم ﷺ جاگا کرتے تھے پس یہ رات بھی تسبیح و تحمید اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے خاص درجہ رکھتی ہے اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہئے۔

خطبہ نکاح چونکہ اپنے اندر ایسی نصائح رکھتا ہے جو قلب کو صاف اور اعمال کو درست کرنے کے ساتھ خاص تعلق رکھتی ہیں بلکہ ان کا ساری زندگی کے ساتھ تعلق ہے اس لئے میں نے اس کام کو اس کے خلاف نہیں سمجھا جس کے کرنے کے لئے آپ لوگوں کو کہا ہے بلکہ ممد و معاون سمجھا ہے کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ کی تحمید اور تسبیح علی الاعلان بیان کی جاتی ہے اور ایسے امور پر توجہ مبذول ہوتی ہے جو قلب اور روح کو صاف کرنے والے اور نیکی کی طرف توجہ دلانے والے ہیں۔ پس یہ بھی ایک ذکر ہے، ایک عبادت ہے کیونکہ اس میں بھی اپنے گناہوں کی معافی مانگی جاتی اور خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دی گئی ہے۔

(الفضل ۱۶۔ ستمبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۹)

اس کے بعد حضور نے مذکورہ نکاح سے متعلق فرمایا کہ:۔

قومیت کی حد بندیاں انبیاء کے ذریعہ دور کی جاتی ہیں

میں نے کل حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت

کے متعلق ایک خطبہ نکاح [2] بیان کیا تھا میرے نزدیک احمدیوں کے تمام نکاح حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہیں خواہ وہ اپنے اندر کوئی پیشگوئی رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں ان سے حضرت مسیح موعود کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔

جس قدر انبیاء دنیا میں آئے ہیں ان کی بعثت کی غرض یہی تھی کہ خدا کے وجود کو دنیا کے سامنے پیش کریں اور ایک خدا کی پرستش لوگوں سے کرائیں۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہ خدا تعالیٰ کی توحید ثابت کریں اور لوگوں سے منوائیں۔ جس وقت کوئی نبی آتا ہے اس سے پہلے لوگ مختلف خداؤں کو مانتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ منہ سے ہی کہیں کہ دو خدا ہیں یا تین بلکہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے عملاً ایسی علیحدگی اختیار کی ہوتی ہے کہ ہر قوم، ہر خاندان، ہر گھرانہ، بلکہ ہر شخص کا خدا علیحدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انبیاء آتے ہیں اس وقت لوگ دنیاوی وجاہتوں، رتبوں اور رسم و رواج میں ایسے پڑے ہوتے ہیں کہ ان کو چھوڑنے کا نام تک نہیں لیتے اور قوم پرستی حد سے زیادہ بڑھی ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے وقت بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور حضرت مسیحؑ اور حضرت موسیٰؑ کے وقت میں بھی۔ حضرت موسیٰؑ کے وقت تو قومیت پرستی اس شدت کو پہنچی ہوئی تھی کہ فرعون بنی اسرائیل کے سامنے ہونے سے پرہیز کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ ان کی نظر پڑنے سے میں ناپاک ہو جاؤں گا۔ پھر ان کو کوئی رتبہ، کوئی درجہ، کوئی عزت حاصل نہیں ہونے دیتا تھا اور سب قسم کا آرام و آسائش صرف اپنی ہی قوم کے لئے سمجھتا تھا۔ اسی طرح حضرت مسیحؑ کے وقت کا حال اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کھانے پینے، بیٹھنے اٹھنے اور دوسرے معاملات میں بڑے سخت تھے۔ اور رسول کریم ﷺ کے وقت کے متعلق تو قرآن کریم میں آگیا ہے کہ یہود کہتے ہیں کہ جو یہودی ہوگا وہ نجات پائے گا اور نصاریٰ کہتے ہیں جو عیسائی ہوگا وہ نجات پائے گا۔ [3] اور مشرک کہتے ہیں جو مشرک ہے وہ نجات پائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کو ماننے اور اس کی اطاعت کرنے سے نجات نہیں مل سکتی بلکہ ہماری قوم میں سے ہونا نجات کا باعث ہے تو ہر قوم اس وقت اپنے آپ کو ایسی ممتاز اور معزز سمجھتی ہے کہ ہر ایک نیکی اور بڑائی اپنے ہی لئے مخصوص کر لیتی ہے اور اس طرح قوم گویا اپنا الگ الگ خدا بنا لیتی ہے۔ ایسے وقت میں نبی آکر ایک خدا کو منواتا ہے اور عملی طور پر لوگوں سے خدا کے ایک ہونے کا اس طرح اقرار کراتا ہے کہ وہ سب لوگ اپنے آپ کو ایک ہی خدا کی مخلوق سمجھنے لگ جاتے

ہیں اور قومیت کے امتیازات کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں دیکھو رسول کریم ﷺ کے وقت مکہ والے مدینہ والوں کو کیا سمجھتے تھے۔ ابو جہل نے مرنے کے وقت بھی اگر کسی بات پر افسوس کیا تو یہی کیا کہ مجھے مدینہ والوں نے مارا ہے۔ مگر رسول کریم ﷺ نے ان کو آپس میں ایسا ملا دیا کہ ایک دوسرے کے لئے جانیں دینے اور لہو بہانے کے لئے نہ صرف تیار ہو گئے بلکہ بہا دیا اور ان میں ایسا اتفاق اور اتحاد ہو گیا کہ جو جدائی تھی اس کا کہیں نام و نشان بھی نہ رہا۔ یہی حال اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہوا کہ وہ جو لوگوں میں ایک دوسرے سے علیحدگی تھی اور ہر ایک قوم کے لوگ اپنا اپنا الگ خدا سمجھتے تھے ان سب کو ایک کر دیا کہ چونکہ تم سب ایک ہی خدا کی مخلوق ہو اس لئے سب مساوی حیثیت رکھتے ہو۔ پس جب ایک ماں باپ کی وجہ سے بھائی بہنوں میں نہایت گہرے تعلقات ہوتے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ جو ماں باپ سے بہت بڑھ کر احسان کرنے والا ہے اس کی پیدا کردہ مخلوقات کے آپس میں کیوں ایک جیسے تعلقات نہیں ہونے چاہئیں۔ اس میں شک نہیں کہ انتظام دنیا کے قیام کے لئے اور ایک دوسرے کی امداد کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے لوگوں میں فرق رکھا ہے۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ جتنے لوگ نبی کے ذریعہ توحید پر قائم ہونے والے ہوتے ہیں ان کے آپس میں تعلقات رشتہ داروں کے ایک دوسرے کے تعلقات سے بہت بڑھ کر ہوتے ہیں وجہ یہ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سب ایک خدا کی مخلوق ہیں اور یہ صاف بات ہے کہ وحدت تعلقات کو بہت وسیع اور مضبوط کر دیتی ہے۔ دیکھو ایک مدرسہ میں پڑھنے والے، ایک دفتر میں ملازمت کرنے والے، ایک گاؤں میں رہنے والے ایک دوسرے کے ساتھ جو تعلقات رکھتے ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ ان میں ایک وحدت ہوتی ہے اور وحدت جس قدر اہم اور بڑے امر میں ہوتی ہے اسی قدر زیادہ تعلقات ہوتے ہیں پس چونکہ ایک خدا کو ماننا سب سے بڑی وحدت ہے اس لئے جو لوگ ایک خدا کو مانتے ہیں ان کے آپس میں تعلقات بہت مضبوط اور گہرے ہوتے ہیں اور کسی کی وجہ سے نہیں۔ بہن بھائیوں میں جو محبت ہوتی ہے اس سے بڑھ کر ان میں ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے وقت میں مسلمانوں کی آپس میں جو محبت تھی وہ ایک ماں باپ سے پیدا ہونے والے لوگوں میں جو محبت پائی جاتی ہے اس کا عشر عشیر بھائیوں بھائیوں میں مل سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جانتے ہیں کہ ہم سب ایک خدا کو ماننے والے ہیں جو ماں باپ سے بہت اعلیٰ ہے صحابہؓ کو رسول کریم ﷺ سے جو محبت تھی اس کو جانے دیں۔ صحابہؓ کی آپس میں

جس قدر محبت تھی وہ بھی بے نظیر تھی۔ جنگ یرموک کا واقعہ ہے۔ سات زخمی پڑے تھے ان میں سے ایک کے پاس جب پانی لایا گیا تو اس نے کہا دوسرے کو پلاؤ۔ دوسرے کے پاس لے گئے تو اس نے کہا تیسرے کو پلاؤ۔ تیسرے کے پاس لے گئے تو اس نے کہا چوتھے کو پلاؤ۔ حتیٰ کہ ساتویں کے پاس لے گئے لیکن وہ فوت ہو چکا تھا۔ واپس لوٹے تو دوسرے بھی فوت ہو چکے تھے ؎۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کی آپس میں کیسی محبت، کیسا پیار تھا اور وہ ایک دوسرے کے لئے کس طرح ایثار کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پس ایک نبی کو مان کر اور ایک خدا کی مخلوق مان کر ہر شخص کا فرض ہو جاتا ہے کہ آپس میں مخلصانہ تعلقات رکھے اور ایک بھائی دوسرے کے لئے ایثار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایثار سے ایمان قائم رہتا ہے۔ فرمایا۔ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب کہ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں جھگڑیں گے اس وقت ایثار کرنا۔ تو نبی جب آتے ہیں تو فضول حد بندیاں توڑ کر سب میں اتحاد و اتفاق پیدا کر دیتے ہیں اور وہ آپس میں رشتے ناطے کرنے میں کسی قسم کی عار نہیں سمجھتے۔

باقی رہی کفو جو شریعت نے مقرر کی ہے وہ دینداری، تقویٰ اور آپس کے دنیاوی حالات کی مطابقت ہے جن کو مد نظر رکھنا نہایت ضروری ہے اور یہ تو بھائیوں بھائیوں میں بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک بھائی مالدار ہے اور دوسرا غریب۔ ایسی حالت میں مالدار خیال کرے گا کہ میری لڑکی جو آرام و آسائش میں پلی ہے وہاں جائے گی تو تکلیف اٹھائے گی اور آپس میں شکر رنجی رہے گی یا لڑکے لڑکی کی طبائع میں فرق ہوتا ہے۔ دینداری کے لحاظ سے یا علم کے لحاظ سے۔ اس کا بھی خیال نہ رکھا جائے تو نتیجہ خراب نکلتا ہے۔ اس قسم کی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ باقی قومیت وغیرہ کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا کیونکہ سب وحدت پر قائم ہوتے ہیں۔ اور ایک خدا کو مانتے ہیں اور اس وحدت کا ثبوت رسول کریم ﷺ کے وقت بھی ملتا ہے اور اب حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ہی ہماری جماعت میں پایا جاتا ہے۔ کہاں کہاں سے لوگ آتے ہیں اور آپس میں رشتے ہو جاتے ہیں۔ میرے نزدیک ایک وجہ مختلف جگہوں اور مختلف قوموں میں سے تھوڑے تھوڑے لوگوں کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملنے کی یہ بھی ہے کہ اس طرح قومیت وغیرہ کی بندشیں توڑی جائیں کیونکہ اگر ساری کی ساری قوم احمدی ہو جائے تو آپس میں رشتے کر سکتے ہیں اور جس طرح راجپوتوں میں چھتے، دروازے اور چوکھٹے بنے ہوئے ہیں وہ اسی طرح احمدی ہونے پر بھی بنے رہیں۔ مگر اب خدا تعالیٰ نے ایک چھت والے کو احمدیت میں

داخل کردیا اور ایک چوکھٹ والے کو- اور ان کو آپس میں رشتے کرنے پڑتے ہیں اسی طرح ملکوں کے لحاظ سے ہوتا ہے- مختلف جگہوں کے لوگ احمدی ہونے کی وجہ سے آپس میں رشتے کرکے اتحاد اور اتفاق کا موجب بنتے ہیں- ہماری جماعت کے سوا اور کہاں ایسا ہوتا ہے اس قسم کی تو کوئی مثال مل جائے گی کہ کوئی ملازم ہو کر کسی جگہ چلا گیا اور مالدار ہونے کی وجہ سے کسی نے رشتہ دے دیا- مگر احمدیوں کے آپس میں جس طرح تعلقات ہیں ایسی بہت کم مثالیں ملیں گی- یہ درحقیقت وحدت کی وجہ سے ہے جس میں مدنظر تقویٰ اور دینداری ہے- پس یہ توحید کا عملی ثبوت ہے- پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ دین کے لئے ایسا کرتے ہیں کیونکہ ایک قوم کا شخص جو دوسری قوم میں لڑکی دیتا ہے تو اسی لئے دیتا ہے کہ اس کی قوم میں کوئی دیندار نہیں ہوتا- اس طرح لوگوں کو دین کی طرف بھی توجہ ہو سکتی ہے-

(الفضل ۱۱- اکتوبر ۱۹۱۹ء صفحہ ۵، ۶)

۱؎ محمد: ۱۷

۲؎ مرزا گل محمد صاحب کا نکاح حضور نے ۴ ستمبر کو پڑھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا ذکر ہے-

۳؎ "وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا او نصٰرٰی"- (البقرة: ۱۱۲)

۴؎ البدایة والنهایة جلد ۴ صفحہ ۱۲ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء